

17

## توکل کی کمی سے خدا سے دوری، جھوٹ، غلط بیانی اور خوشامد کی برائیاں جنم لیتی ہیں

۱۵ اگست ۲۰۰۳ء مطابق ۱۵ رظہور ۱۳۸۲ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)



- ☆..... دنیا میں سب سے زیادہ توکل اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء میں پیدا کرتا ہے،
- ☆..... اسلام کا مقصد امن کا قیام ہے اور صلح کی بنیاد
- ☆..... آنحضرت ﷺ نے توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں رقم فرمائی ہیں،
- ☆..... آنحضرت ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں صحابہؓ کے توکل کا اعلیٰ معیار
- ☆..... حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے صحابہ کی ذات میں توکل کی مثالیں،
- ☆..... میاں بیوی کے جھگڑے توکل کی کمی کی وجہ سے ہوتے ہیں
- ☆..... توکل ہی ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو کامیاب و بامراد بنا دیتی ہے۔

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل آیت تلاوت فرمائی

﴿وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾

(الانفال 61)

دنیا میں سب سے زیادہ توکل اللہ تعالیٰ انبیاء میں پیدا کرتا ہے اور ان کو خود تسلی دیتا ہے کہ تم فکر نہ کرو میں ہر معاملے میں تمہارے ساتھ ہوں۔ کوئی دشمن تمہیں کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ میں تم میں اور دیکھنے والا ہوں اگر دشمن نے غلط نظر سے دیکھنے کی کوشش کی یا کوئی سازش کرنے کی کوشش کی تو میں جو ہر بات کا علم رکھنے والا اور تیری دعاؤں کو سننے والا ہوں خود اس کا علاج کر لوں گا۔ اور اس طرح باقی روزمرہ کے معاملات میں بھی انبیاء کا توکل بہت بڑھا ہوا ہوتا ہے کیونکہ وہ اس یقین پر قائم ہوتے ہیں کہ خدا ہر قدم پر ان کے ساتھ ہے، ہر معاملے میں ان کے ساتھ ہے اور پھر اسی طرح روحانی مدارج اور مقام کے لحاظ سے توکل کے معیار آگے مومنین میں قائم ہوتے چلے جاتے ہیں تو جو آیت ابھی میں نے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ ہے: اور اگر وہ صلح کے لئے جھک جائیں تو تو بھی اُس کے لئے جھک جا اور اللہ پر توکل کر۔ یقیناً وہی بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں علامہ شہاب الدین آلوسی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

” {وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ} سے یہ مراد ہے کہ اپنا معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سپرد کر دے

اور اس امر سے خائف نہ ہو۔ اگر وہ تیرے لئے اپنے بازو سلامتی کے لئے جھکائیں تو کہیں ایسا نہ ہو

کہ ان کے بازو مکر اور سازشوں سے لپٹے ہوئے ہوں۔ ﴿إِنَّهُ﴾ سے مراد اللہ جل شانہ ہے۔

﴿هُوَ السَّمِيعُ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دھوکہ دہی کی ان تمام باتوں کو جو وہ علیحدگیوں میں

کرتے ہیں سنتا ہے۔ ﴿الْعَلِيمُ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیوٹوں کو بھی جانتا ہے۔ پس وہ ان سے ایسا مواخذہ کرے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور ان کی تدابیر کو ان پر لٹا دے گا۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۲۷)

تو یہاں اس سے ایک بات تو یہ بھی واضح ہوگئی کہ اسلام پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ جنگجو قسم کا مذہب ہے، اس اعتراض کو بھی یہاں دور کر دیا گیا ہے۔ کہ اگر دشمن اپنی کمزوری کی وجہ سے یا کسی چال کی وجہ سے صلح کرنا چاہے تو تم بھی اللہ کی خاطر صلح کر لو۔ کیونکہ اسلام کا تو مقصد ہی امن قائم کرنا ہے۔ پھر یہ نہیں ہوگا کہ ان کو مفتوح کر کے یا مسلمان بنانے کے بعد ہی صلح کی بنیاد ڈالنی ہے بلکہ اگر ان کی طرف سے صلح کا ہاتھ بڑھتا ہے تو بھی صلح کا ہاتھ بڑھا، مسلمانوں کو یہی حکم ہے۔ پھر یہ نہیں سوچنا کہ دشمن چال چل رہا ہے اور اس وقت چاہتا ہے تاکہ اپنی طاقت اکٹھی کرے اور پھر جنگ کے سامان میسر آئیں اور پھر حملہ کرے۔ تو یہ بات اس سے واضح ہوگئی، ظاہر ہو گیا کہ مسلمان اس زمانہ میں بھی صرف اپنے آپ کو بچانے کے لئے جنگ لڑ رہے تھے۔ تو اب جب دشمن صلح کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے تو قطع نظر اس کے کہ اس کا اپنا طاقت جمع کر کے دوبارہ حملہ کرنے کا امکان پیدا ہو سکتا ہے تم صلح کرو اور اللہ پر توکل کرو خدا خود سنبھال لے گا۔ تو ایک تو یہ بھی اس سے رد ہوا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کے پہلے حصے کی تشریح کرتے ہوئے یعنی اگر وہ صلح کریں تو تم بھی صلح کر لو۔ فرماتے ہیں کہ اصل میں مومن کو بھی تبلیغ دین میں حفظ مراتب کا خیال رکھنا چاہئے۔ جہاں نرمی کا موقع ہو وہاں سختی اور درشتی نہ کرے اور جہاں بجز سختی کرنے کے کام ہوتا نظر نہ آوے وہاں نرمی کرنا بھی گناہ ہے۔ ایک جگہ اس ضمن میں آپ نے فرمایا ہے کہ باوجود فرعون کے سخت کفر کے حضرت موسیٰ کو اس سے نرمی سے بات کرنے کا حکم تھا۔

تو دعوت الی اللہ میں بھی یہ اصول ہر احمدی کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ یہ تو مختصر امین نے ذکر کیا توکل کے بارہ میں اور اس آیت کی مختصر تفسیر میں کہ دشمن کے ساتھ اگر معاملہ پڑے تو کیا طریق اختیار کرنا چاہئے اور پھر معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑنا چاہئے اور اسی پر توکل کرنا چاہئے۔ لیکن روزمرہ کے معاملات میں بھی توکل علی اللہ کی بہت ضرورت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل تبھی پیدا ہوتا ہے جب خدا کی ذات پر اس کی طاقتوں پر کامل یقین پیدا ہو۔ جیسا کہ اس آیت میں جو میں ابھی

پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَّتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾

(سورة الانفال: ۳)

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ مومن صرف وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اُس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ ان کو ایمان میں بڑھادیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔

توکل کی اعلیٰ ترین مثالیں تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی رقم فرمائی ہیں اور کیوں نہ ہو، آپ ہی تو انسان کامل تھے۔ اور ساتھ ہی امت کو بھی سبق دے دیا کہ میری پیروی کرو گے، خدا سے دل لگاؤ گے، اس کی ذات پر ایمان اور یقین پیدا کرو گے تو تمہیں بھی ضائع نہیں کرے گا۔ اور اپنے پر توکل کرنے کے نتیجے میں وہ تمہیں بھی اپنے حصار عافیت میں لے لے گا۔

آنحضرت ﷺ کے توکل کے بارہ میں بعض احادیث میں یہاں بیان کرتا ہوں۔ یہ بچپن سے ہم سنتے آرہے ہیں لیکن جب بھی پڑھیں ایمان میں ایک نئی تازگی پیدا ہوتی ہے اور ایمان مزید بڑھتا ہے۔

وہ واقعہ یاد کریں جب سفر طائف سے واپسی پر رسول اللہ نے کچھ روز نخلہ میں قیام فرمایا۔ زید بن حارثہ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ اب آپ مکہ میں کیسے داخل ہوں گے جبکہ وہ آپ کو نکال چکے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے کس شان سے، توکل سے جواب دیا کہ اے زید تم دیکھو گے کہ اللہ ضرور کوئی راہ نکال دے گا اور اللہ اپنے دین کا مددگار ہے۔ وہ اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ چنانچہ نبی کریم نے سرداران قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپ کو اپنی پناہ میں لے کر مکہ میں داخل کرنے کا انتظام کریں۔ کئی سرداروں نے انکار کر دیا بالآخر مکہ کے ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپ کو اپنی پناہ میں مکہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔ پھر آخر کار جب مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے اور مکہ سے ہجرت کا وقت آیا تو کمال وقار سے آپ نے وہاں سے ہجرت فرمائی۔ غار میں پناہ کے

وقت دشمن جب سر پر آن پہنچا تو پھر بھی کس شان سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے اس کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ اس بارہ میں روایت کرتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ غار میں تھا۔ میں نے اپنا سر اٹھا کر نظر کی تو تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دیکھے۔ اس پر میں نے رسول کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر کوئی نظر نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا: چپ اے ابو بکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ تو یہ ہے وہ توکل کا اعلیٰ معیار جو صرف اور صرف رسول کریم ﷺ کی زندگی میں ہمیں نظر آتے ہیں۔ اور پھر آپ دیکھیں جب غار سے نکل کر سفر شروع کیا تو کیا شان استغنا تھی اور کس قدر اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کی روایت ہے کہ سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ گھوڑے پر سوار تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو پکڑنے والے بالکل سر پر آ پہنچے اور میں اپنے لئے نہیں بلکہ آپ کی خاطر فکر مند ہوں۔ آپ نے فرمایا: لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ اسی وقت آپ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ آپ کی خدمت میں امان کا طالب ہوا۔ اس وقت آپ نے سراقہ کے حق میں یہ عظیم الشان پیشگوئی فرمائی کہ سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے۔ اور یہ پیشگوئی بھی بڑی شان سے بعد میں پوری ہوئی۔

پھر وہ شان بھی دیکھیں جب آپ دشمن سے صرف ایک فٹ کے فاصلہ پر تھے اور نہتے تھے اور دشمن تلوار تانے کھڑا تھا لیکن کوئی خوف نہیں۔ کیسا ایمان، کیسا یقین اور کیسا توکل ہے خدا کی ذات پر۔

جابرؓ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع میں ہم حضور کے ساتھ تھے۔ ایک دن ہم ایک سایہ دار درخت کے پاس پہنچے۔ ہم نے آنحضرت ﷺ کے آرام کے لئے اس کو منتخب کیا۔ اچانک ایک مشرک وہاں آن پہنچا۔ جب آپؐ کی تلوار درخت سے لٹک رہی تھی اس نے تلوار سونت لی اور کہنے لگا کیا تم مجھ سے ڈرتے ہو یا نہیں۔ حضورؐ نے اسے جواب دیا: نہیں۔ اس نے پھر کہا مجھ سے تمہیں کون

بچا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ۔ اس پر تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ تو حضور نے تلوار اٹھائی اور فرمایا کہ اب مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ آپ درگزر فرمادیں۔ آپ نے فرمایا کیا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ وہ تھا بھی پکا مشرک۔ اس پر اس نے کہا: نہیں۔ لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ سے کبھی لڑائی نہیں کروں گا۔ اور نہ ان لوگوں کے ساتھ شامل ہوں گا جو آپ سے لڑتے ہیں۔ اس پر آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں سے جا ملا اور ان سے کہنے لگا، میں تمہارے ہاں ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو لوگوں میں سب سے بہتر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب غزوة ذات الرقاع)

یہ ٹھیک ہے کہ آنحضرت ﷺ سے خدا تعالیٰ کا جو سلوک تھا اور جو وعدے تھے وہ عام مسلمان کے لئے یا عام انسان کے لئے نہیں ہو سکتا۔ لیکن جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رات کے وقت آنحضرت ﷺ کی حفاظت کی غرض سے پہرہ لگا کرتا تھا۔ حضور کو جب ﴿وَاللّٰهُ يَعْصَمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ کی وحی نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے برے ارادوں سے تجھے محفوظ رکھے گا۔ تو حضور ﷺ نے خیمہ سے باہر جھانکا اور فرمایا کہ اب تم لوگ جا سکتے ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود میری حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔ لیکن یہاں اپنی امت کو خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین قائم کرنے کے لئے اور اس پر توکل کرنے کی ترغیب دلاتے ہوئے آپ ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت کے ستر ہزار لوگ جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دوسروں کے عیوب کی تلاش میں لگے نہیں رہتے اور نہ ہی فال لینے والے ہوں گے بلکہ اپنے رب پر توکل کرتے ہوں گے۔

(بخاری کتاب الرقاق باب يدخل الجنة سبعون ألفاً.....)

تو اس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر امت کے لوگ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں گے، بیہودہ گوئی، لغو، فضول کاموں میں ملوث نہیں ہوں گے، حقوق العباد ادا کرنے والے ہوں گے، اپنے رب پر ایمان لانے والے ہوں گے، اس پر توکل کرنے والے ہوں گے، اور اسی کی

طرف جھکنے والے ہوں گے تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

تو یہاں جو تعداد کا ذکر ہے یہ کثرت کے لئے ہے اور ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی ہے کہ میری اُمت میں ایسے لوگ کثرت سے ہوں گے انشاء اللہ، جو اللہ پر توکل رکھنے والے ہوں گے اور قیامت تک پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ یہ نہیں کہ جہاں ستر ہزار کی تعداد مکمل ہوئی وہاں فرشتوں نے جنت کے گیٹ (Gate) بند کر دئے کہ اب وہ آخری آدمی جو نیکیوں اور توکل کرنے والا تھا وہ تو جنت میں داخل ہو گیا اب ختم۔ اب چاہے تم توکل کرو، نیکیاں کرو یا نہ کرو جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ نہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دروازے کبھی بند نہیں ہوتے۔ اللہ کرے ہم میں سے ہر احمدی توکل سے پُر ہو، اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین سے پُر ہو، اور اس کی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپٹا ہوا ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

یاد رکھو شرک یہی نہیں کہ بتوں اور پتھروں کی تراشی ہوئی صورتوں کی پوجا کی جاوے یہ تو ایک موٹی بات ہے۔ یہ بڑے بے وقوفوں کا کام ہے۔ دانا آدمی کو تو اس سے شرم آتی ہے۔ شرک بڑا باریک ہے۔ شرک جو اکثر ہلاک کرتا ہے وہ شرک فی الاسباب ہے یعنی اسباب پر اتنا بھروسہ کرنا کہ گویا وہی اس کے مطلوب و مقصود ہیں۔ جو شخص دنیا کو دین پر مقدم رکھتا ہے اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ اس کو دنیا کی چیزوں پر بھروسہ ہوتا ہے اور وہ امید ہوتی ہے جو دین و ایمان سے نہیں۔ نقد فائدہ کو پسند کرتا ہے اور آخرت سے محروم۔ جب وہ اسباب پر ہی اپنی ساری کامیابیوں کا مدار خیال کرتا ہے تو خدا تعالیٰ کے وجود کو تو اس وقت وہ لغو محض اور بے فائدہ جانتا ہے اور تم ایسا نہ کرو۔ تم توکل اختیار کرو اور توکل یہی ہے کہ اسباب جو اللہ تعالیٰ نے کسی امر کے حاصل کرنے کے واسطے مقرر کئے ہوئے ہیں ان کو حتی المقدور جمع کرو اور پھر کچھ دعاؤں میں لگ جاؤ کہ اے خدا تو ہی اس کا انجام بخیر کر۔ صد ہا آفات ہیں اور ہزاروں مصائب ہیں۔ جو ان اسباب کو بھی برباد اور تہ و بالا کر سکتے ہیں۔ اب ذمہ دار اس مثال سے خوب واقف ہیں۔ فصل آگتی ہے، فصل بڑھتی ہے، پکنے کے قریب ہوتی ہے ایک دم طوفان آتا ہے، اولے پڑتے ہیں اور فصل جو ہے بالکل کٹے ہوئے بھوسے کی مانند ہو جاتی

ہے تو فرمایا کہ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اس کی دستبرد سے بچا کر ہمیں سچی کامیابی اور منزل مقصود تک پہنچا۔

پھر آپ فرماتے ہیں: اصل رازق اللہ تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

”ایک دفعہ ہمیں اتفاقاً پچاس روپیہ کی ضرورت پیش آئی اور جیسا کہ اہل فقر اور توکل پر کبھی کبھی ایسی حالت گزرتی ہے اس وقت ہمارے پاس کچھ نہ تھا سو جب ہم صبح کے وقت سیر کے واسطے گئے تو اس ضرورت کے خیال نے ہم کو یہ جوش دیا کہ اس جنگل میں دعا کریں۔ پس ہم نے ایک پوشیدہ جگہ میں جا کر اس نہر کے کنارہ پر دعا کی جو قادیان سے تین میل کے فاصلہ پر بٹالہ کی طرف واقع ہے۔ جب ہم دعا کر چکے تو دعا کے ساتھ ہی ایک الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے: ”دیکھ میں تیری دعاؤں کو کیسے جلد قبول کرتا ہوں“۔ تب ہم خوش ہو کر قادیان کی طرف واپس آئے اور بازار کا رخ کیا تاکہ ڈاکخانہ سے دریافت کریں کہ آج ہمارے نام کچھ روپیہ آیا ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہمیں ایک خط ملا جس میں لکھا تھا کہ پچاس روپیہ لدھیانہ سے کسی نے روانہ کئے ہیں اور غالباً وہ روپیہ اسی دن یا دوسرے دن ہمیں مل گیا۔“

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۱۷)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”خدا تعالیٰ پر بھروسہ کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان تدبیر کو ہاتھ سے چھوڑ دے بلکہ یہ معنی ہیں کہ تدبیر پوری کر کے پھر انجام کو خدا تعالیٰ پر چھوڑے اس کا نام توکل ہے اور اگر وہ تدبیر نہیں کرتا اور صرف توکل کرتا ہے تو اس کا توکل پھوکا ہوگا۔“ (جس کے اندر کچھ نہ ہو) ”اور اگر نری تدبیر کر کے اس پر بھروسہ کرتا ہے اور خدا تعالیٰ پر توکل نہیں ہے تو وہ تدبیر بھی پھوکی“ (جس کے اندر کچھ نہ



(ہو) ”ایک شخص اونٹ پر سوار تھا۔ آنحضرت ﷺ کو اس نے دیکھا۔ تعظیم کے لئے نیچے اترا اور ارادہ کیا کہ توکل کرے اور تدبیر نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اونٹ کا گھٹنا باندھا۔ جب رسول اللہ ﷺ سے مل کر آیا تو دیکھا کہ اونٹ نہیں ہے۔ واپس آ کر آنحضرت ﷺ سے شکایت کی کہ میں نے تو توکل کیا تھا لیکن میرا اونٹ جاتا رہا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے غلطی کی۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھتا، پھر توکل کرتا تو ٹھیک ہوتا۔“

(البدر یکم مارچ ۱۹۰۴ء، ملفوظات جلد ۳ صفحہ ۵۶۶)

آپ فرماتے ہیں: ”توکل کرنے والے اور خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ جو آدمی صرف اپنی کوششوں میں رہتا ہے اس کو سوائے ذلت کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہمیشہ سے سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ جو لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اس کو پاتے ہیں اور جو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ اگر چند روز مکر و فریب سے کچھ حاصل کر بھی لیں تو وہ لاجا حاصل ہے کیونکہ آخر ان کو سخت ناکامی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسلام میں عمدہ لوگ وہی گزرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پروا نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدین اور معین الدین خدا کے اولیاء گزرے ہیں جنہوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پروا نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدین اور معین الدین خدا کے اولیاء گزرے ہیں۔ ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کر دیا۔“

(بدر جلد ۱۸ اگست ۱۹۰۷ء، ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۲۴۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؑ کے بارہ میں بھی یہ واقعہ ایمان میں زیادتی کا باعث بنتا ہے۔ ۱۹۰۳ء میں مولوی کرم دین والے مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام گورداسپور تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو ایک دفعہ آپ نے پیغام بھجوایا وہاں سے کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب اور حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی فوراً پہنچ جائیں۔ چنانچہ شیخ صاحب کہتے ہیں کہ میں اور حضرت مولوی صاحب دو بجے بعد دوپہر یکہ پر بیٹھ کر بٹالہ کی طرف چل پڑے۔ شیخ

صاحب کے دل میں خیال آیا کہ حضرت مولوی صاحب کہا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور میں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا۔ آج ہم بے وقت چلے ہیں پتہ لگ جائے گا کہ رات کو ان کے کھانے کا کیا انتظام ہوتا ہے۔ تو کہتے ہیں بیالہ میں مقامی جماعت کی طرف سے ایک مکان بطور مہمان خانہ ہوا کرتا تھا۔ حضرت مولوی صاحب وہاں ایک چارپائی پر لیٹ گئے اور کتاب پڑھنے لگ گئے۔ اس وقت اندازاً شام کے چھ بجے کا وقت ہوگا۔ اچانک ایک اجنبی شخص آیا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آج مولوی نور الدین صاحب آئے ہوئے ہیں، وہ کہاں ہیں؟ میں نے کہا وہ یہ لیٹے ہوئے ہیں۔ کہنے لگا حضور! میری ایک عرض ہے آج شام کی دعوت میرے ہاں قبول فرمائیے۔ میں ریلوے میں ٹھیکیداری کرتا ہوں اور میری بیلٹ ٹرین کھڑی ہوئی ہے اور میں نے امر ترس جانا ہے۔ میرا ملازم حضور کے لئے کھانا لے آئے گا۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا، بہت اچھا۔ چنانچہ شام کے وقت اس کا ملازم بڑا پر تکلف کھانا لے کر حاضر ہوا۔ اور ہم دونوں نے سیر ہو کر کھالیا۔ شیخ صاحب کہنے لگے میرے دل میں خیال آیا کہ ان کی بات تو صحیح ہوگئی اور انہیں خدا نے واقعہ میں کھانا بھجوا دیا۔

چونکہ گاڑی رات دس بجے کے بعد چلتی تھی۔ میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ اندھیرا ہو رہا ہے، پھر مزدور نہیں ملے گا۔ ہم کسی مزدور کو بلا لیتے ہیں اور اسٹیشن پر پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں ویٹنگ روم میں ہم آرام کر لیں گے۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ ایک مزدور بلا دیا..... اور وہ ہم دونوں کے بستر لے کر اسٹیشن پہنچ گیا۔ چونکہ گاڑی رات کے دس بجے کے بعد آتی تھی میں نے آپ کا بستر کھول دیا تاکہ حضرت مولوی صاحب آرام فرمائیں۔ جب میں نے بستر کھولا تو اللہ تعالیٰ اس بات پر گواہ ہے کہ اس کے اندر سے ایک کاغذ میں لپٹے ہوئے دوپرا ٹھے نکلے جن کے ساتھ قیمہ رکھا ہوا تھا۔ میں سخت حیران ہوا اور میں نے دل میں کہا لو بھئی وہ کھانا بھی ہم نے کھالیا اور یہ خدا کی طرف سے اور کھانا بھی آگیا۔ کیونکہ اس کھانے کا ہمیں مطلقاً علم نہیں تھا۔

میں نے حضرت مولوی صاحب سے عرض کیا کہ حضور جب قادیان سے چلے تھے تو چونکہ اچانک اور بے وقت چلے تھے میں نے دل میں سوچا کہ آج ہم دیکھیں گے کہ مولوی صاحب کا کھانا

کہاں سے آتا ہے۔ تو پہلے آپ کی دعوت ہوگئی اور اب یہ پراٹھے بستر سے بھی نکل آئے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے فرمایا: شیخ صاحب! اللہ تعالیٰ کو آزمایا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ اس کا میرے ساتھ خاص معاملہ ہے۔

حضرت خلیفہ اولؒ اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”میرے ایک دوست بڑے مہمان نواز تھے۔ ایک دن ایک مہمان آیا۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ پاس پیسہ تک نہ تھا۔ اسے کہا کہ آپ ذرا لیٹ جاویں میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کی، توجہ کی اور کہا اَفَوْضِ اَمْرِ نِیْ اِلٰی اللّٰہِ۔ اِنَّ اللّٰہَ بِصِحْرِیْ اَلْبَعْبِیْرِ اَتِیْرًا ہِیْ مَہْمَانِ ہِیْ، یکا یکا ایک آدمی نے آواز دی کہ لینا میرے ہاتھ جل گئے۔ ایک کاب (ٹرے) پلاؤ کا تھا۔ نہ اس نے اپنا نام بتایا، نہ ان کو جلدی میں خیال رہا۔ وہ کاب مدت تک بدمانت رہا کوئی مالک پیدا نہ ہوا۔ تو کل عجیب چیز ہے۔

آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی نے صحابہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین اور یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کے وہ اعلیٰ معیار قائم کر دئے تھے جو کسی سے چھپے ہوئے نہیں۔ یہاں میں ایک روایت پیش کرتا ہوں جس میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور دعا کی قبولیت پر یقین کا پتہ چلتا ہے۔ اور دعا ہمیں بھی کرنی چاہئے۔

حضرت طلق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابو درداء کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کا گھر جل گیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میرا گھر نہیں جلا۔ پھر دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا کہ آپ کا گھر جل گیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرا گھر نہیں جلا۔ پھر تیسرا شخص آیا اور کہا کہ اے ابو درداء! آگ لگی تھی اور جب آپ کے گھر کے قریب پہنچی تو بجھ گئی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا۔

حاضرین مجلس نے حضرت ابو درداء سے کہا کہ آپ کی دونوں باتیں عجیب ہیں۔ پہلے (یہ کہنا) کہ میرا گھر نہیں جلا اور پھر یہ کہنا کہ مجھے علم تھا کہ اللہ ایسا نہیں کرے گا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میں نے ان کلمات کی وجہ سے کہا تھا جو میں نے آنحضرت ﷺ سے سنے تھے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے

یہ کلمات صبح کے وقت کہے اسے شام تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور جس نے شام کے وقت یہ کلمات کہے اسے صبح تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور وہ کلمات یہ ہیں:

اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ عَلَيْنِكَ تَوَكَّلْتُ وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ۔  
مَا شَاءَ اللَّهُ كَانَ وَلَمْ يَشَاءَ لَمْ يَكُنْ۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔ أَعْلَمُ أَنَّ  
اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ  
مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ  
مُسْتَقِيمٍ۔ یعنی اے میرے اللہ! تو ہی میرا رب ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں تجھ پر ہی توکل  
کرتا ہوں اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے۔ اور جو تو نے چاہا ہو گیا اور جو نہ چاہا وہ واقعہ نہ ہوا۔ اعلیٰ اور  
عظمت والے اللہ کے سوا کسی کو کوئی طاقت حاصل نہیں۔ اور میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے  
اور اس کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ اے اللہ میں اپنے نفس کے شر اور ہر اس جاندار کے شر سے جو تیرے  
قبضہ قدرت میں ہے تیری پناہ میں آتا ہوں۔ یقیناً میرا رب سیدھے راستہ پر ہے۔

تو یہی توکل تھا جس کی مثالیں ہمیں اس زمانہ میں بھی نظر آتی ہیں کہ باوجود اس کے کہ  
چاروں طرف آگ پھیلی ہوئی تھی لیکن اس یقین پر قائم رہنے کی وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ  
الصلوة والسلام سے خدا کا وعدہ ہے کہ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی بھی غلام ہے۔ حضرت مولوی  
رحمت علی صاحب کو اسی وعدہ نے گھر میں بٹھائے رکھا جبکہ ارد گرد چاروں طرف آگ تھی۔ اور پھر اللہ  
تعالیٰ نے بارش کے ذریعہ سے ان تک اس آگ کو پہنچنے نہ دیا اور یہ آگ ان کے گھر تک پہنچنے سے  
پہلے ہی بجھ گئی۔

تو یہ مثالیں ہمیں پھر نظر آتی ہیں جو ایمان اور یقین میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ جیسا کہ  
میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ روزمرہ کے معاملات میں بھی توکل کی کمی بہت سی برائیوں میں اضافہ کا  
باعث بنتی ہے۔ مثلاً غلط بیانی ہے، جھوٹ ہے، جو انسان بعض دفعہ اپنے آپ کو کسی سزا سے بچانے  
کے لئے بول لیتا ہے۔ یا افسر کی ناراضگی سے بچنے کے لئے غلط بیانی سے یا جھوٹ سے کام لیتا ہے  
اور اس بات پر بڑے خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو میں نے عدالت کو یا افسر کو ایسا چکر دیا اور اپنے حق میں

فیصلہ کروالیا۔ اور اس کے علاوہ پھر افسروں کی خوشامد ہے۔ یہ اس قدر گر کر ناجائز حد تک جی حضوری کی عادت پیدا ہو جاتی ہے کہ دوسروں کو دیکھ کر بھی اس سے کراہت آرہی ہوتی ہے کہ اس نے اپنے افسر کو خدا بنا لیا ہے۔ اپنا رازق ایسے لوگ اپنے افسروں کو ہی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ذرا سا بھی توکل نہیں ہوتا۔ اس پر یقین ہی نہیں ہوتا اور پھر آہستہ آہستہ ایسے لوگ بندے کو بھی خدا کا درجہ دے دیتے ہیں۔ تو دیکھیں غیر محسوس طریقے سے جھوٹ اور جھوٹی خوشامد شرک کی طرف لے جاتی ہے اور پھر اس طرف دھیان ہی نہیں جاتا کہ وہ سمیع و علیم خدا بھی ہے جو میرے حالات بھی جانتا ہے، جس کے آگے میں جھکوں، اپنی تکالیف بیان کروں، اپنے معاملات پیش کروں۔ تو وہ دعاؤں کو سننے والا ہے، وہی میری مدد کرے گا، اور مشکلات سے نکالے گا اور نکالنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور اسی پر میں توکل کرتا ہوں۔ تو یہ باتیں پھر جھوٹوں اور خوشامدیوں کے دماغوں میں کبھی آہی نہیں سکتیں۔ پس ہر احمدی کو ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اور اس طریق پر چلنا چاہئے جو حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتائے اور جن کو اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عمل سے ہمارے سامنے رکھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ: ”مجھے یاد ہے میں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا۔ اس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا۔ رلیارام کے وکیل ہنداخبار کے متعلق تھا۔ میرے اس خط کو خلاف قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے، گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں۔ مگر میں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو، جھوٹ نہیں بولوں گا۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ ڈاکخانوں کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا۔ مجھ سے جس وقت اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اس کو جز و مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے۔ مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بصیرت دی۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور دیا مگر اس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا۔ میں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گزارہ نہیں۔ ایسی باتیں نری بیہود گئیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گزارہ نہیں۔ میں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزا آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا۔ اس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی

رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہوگی۔ ﴿مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق: ۴)۔  
 (بدر ۲ فروری ۱۹۰۶ء، ملفوظات جلد چہارم صفحہ ۶۳۶-۷۳۶)

پھر میاں بیوی کے جھگڑے ہیں یہ بھی توکل میں کمی کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ اور اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورتوں میں قناعت کا مادہ کم ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے خاوند کی جیب کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کھولے، اپنے دوستوں، سہیلیوں یا ہمسایوں کی طرف دیکھتی ہیں جن کے حالات ان سے بہتر ہوتے ہیں۔ اور پھر خرچ کر لیتی ہیں، پھر خاوندوں سے مطالبہ ہوتا ہے کہ اور دو۔ پھر آہستہ آہستہ یہ حالت مزید بگڑتی ہے اور اس قدر بے صبری کی حالت اختیار کر لیتی ہے کہ بعض دفعہ باوجود اس کے کہ دو دو تین تین بچے بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس بے صبری کی قناعت کی وجہ سے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل نہ ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ ایسے لوگ صرف دنیا داری کے خیالات سے ہی اپنے دماغوں کو بھرے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس وجہ سے یقین بھی کم ہو جاتا ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو تو پھر اس کے سامنے جھکتے بھی نہیں، اس سے دعا بھی نہیں کرتے۔ تو یہ ایک سلسلہ جب چلتا ہے تو پھر دوسرا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے۔ اور پھر جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے نہ ہوں ان پر توکل کیسے رہ سکتا ہے۔ تو ایسی عورتیں پھر اپنے گھروں کو برباد کر دیتی ہیں۔ خاوندوں سے علیحدہ ہونے کے مطالبے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ ایک برائی سے دوسری برائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے لیکن یہ صرف عورتوں کی حد تک نہیں ہے بلکہ ایسے مرد بھی ہیں جن کو میں کہوں گا کہ، جن میں غیرت کی کمی ہے جو اپنی بیوی سے مطالبے کر رہے ہوتے ہیں کہ تم جہیز میں جو زیور لائی ہو مجھے دوتا کہ میں کاروبار کروں۔ یا جو رقم اگر نقد ہے تو وہ مجھے دوتا کہ میں اپنے کاروبار میں لگاؤں۔ اگر تو میاں بیوی کے تعلقات محبت اور پیار کے ہیں تو آپس میں افہام و تفہیم سے عورتیں دے بھی دیتی ہیں۔ لیکن اگر عورت کو پتہ ہو کہ میرا خاوند کھٹو ہے، اس میں اتنی استعداد ہی نہیں ہے کہ وہ کاروبار کر سکے اور یہ احساس ہو کہ کچھ عرصہ بعد میرا جو اپنا سرمایہ ہے، رقم ہے وہ بھی جاتی رہے گی اور گھر میں پھر فاقہ زدگی پیدا ہو جائے گی اور وہی حالات ہو جائیں گے تو وہ نہیں دیتیں اور اس سے لڑائی جھگڑے بڑھتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض دفعہ تھوڑی بے غیرتی کی حد آگے بھی چلی جاتی ہے جب ایک دفعہ بے غیرت انسان ہو جائے تو یہ مطالبہ ہو جاتا ہے کہ بیوی کو کہا جاتا ہے کہ

تمہارا باپ کافی پیسے والا ہے، امیر ہے اس لئے مجھے اتنی رقم اس سے لے کر دو تا کہ میں کاروبار کروں۔ اور اس میں لڑکے کے گھر والے بھائی بہن وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں جو اس کو اکساتے رہتے ہیں کہ تم اس رقم کا مطالبہ کرو۔ تو گویا اب لڑکی کے پورے سسرال کو پالنا اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔ تو ایسے لوگ جو اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں وہ ہمیشہ وہی ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف نہ جھکنے والے اور اس پر توکل نہ کرنے والے اور اس کے احکامات اور تعلیم پر عمل نہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی عبادات، جو حق ہے عبادت کرنے کا اس طرح نہ کرنے والے ہوں ان میں کبھی توکل پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اور پھر جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ جب عائلی معاملات میں ایسے حالات پیدا ہو جائیں تو ان حالات میں بھی عورتوں پر ہی ظلم یہ ہوتا ہے کہ اگر مردوں کی ڈیمانڈ (Demand) پوری نہ کی جائیں تو ان کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے اور بڑی تکلیف دہ صورتحال ہوتی ہے۔ اور یہ ایسی صورت حال ہے جو سامنے آتی ہیں جن کا میں ذکر کر رہا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ایسے گھروں کو عقل اور سمجھ سے کام لینے کی توفیق عطا فرمائے اور ہر گھر، ہر احمدی گھر انہ پیار اور محبت اور الفت کا نمونہ دکھانے والا ہو۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اصلاح نفس کے لئے اور خاتمہ بالخیر ہونے کے لئے نیکیوں کی توفیق پانے کے واسطے دوسرا پہلو دعا کا ہے۔ اس میں جس قدر توکل اور یقین اللہ تعالیٰ پر کرے گا اور اس راہ میں نہ تھکنے والا قدم رکھے گا اسی قدر عمدہ نتائج اور ثمرات ملیں گے۔ تمام مشکلات دور ہو جائیں گی اور دعا کرنے والا تقویٰ کے اعلیٰ محل پر پہنچ جائے گا۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ جب تک خدا تعالیٰ کسی کو پاک نہ کرے کوئی پاک نہیں ہو سکتا۔ نفسانی جذبات پر محض خدا تعالیٰ کے فضل اور جذبہ ہی سے موت آتی ہے اور یہ فضل اور جذبہ دعا ہی سے پیدا ہوتا ہے اور یہ طاقت صرف دعا ہی سے ملتی ہے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور خصوصاً ہماری جماعت کو ہرگز ہرگز دعا کی بے قدری نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہی دعا تو ہے جس پر مسلمانوں کو ناز کرنا چاہئے۔ اور دوسرے مذاہب کے آگے تو دعا کے لئے گندے پتھر پڑے ہوئے ہیں اور وہ توجہ نہیں کر سکتے..... ایک عیسائی جو خون مسیح پر ایمان

لا کر سارے گناہوں کو معاف شدہ سمجھتا ہے اسے کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دعا کرتا رہے۔ اور ایک ہندو جو یقین کرتا ہے کہ توبہ قبول ہی نہیں ہوتی اور تاسخ کے چکر سے رہائی ہی نہیں ہے وہ کیوں دعا کے واسطے ٹکریں مارتا رہے گا۔ وہ تو یقیناً سمجھتا ہے کہ کتے، بٹے، بندر، سؤر بننے سے چارہ ہی نہیں ہے۔ اس لئے یاد رکھو کہ یہ اسلام کا فخر اور ناز ہے کہ اس میں دُعا کی تعلیم ہے۔ اس میں کبھی سستی نہ کرو اور نہ اس سے تھکو۔“

(الحکم ۱۱۷ جنوری ۱۹۰۵، ملفوظات جلد ۷ صفحہ ۲۶۶-۲۶۷)

معاشرے میں آج کل بہت سارے جھگڑوں کی وجہ طبعیتوں میں بے چینی اور مایوسی کی وجہ سے ہوتی ہے جو حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ مایوسی اور بے چینی اس لئے بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ دنیا داری اور مادیت پرستی اور دنیاوی چیزوں کے پیچھے دوڑنے کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل کم ہو گیا ہے اور دنیاوی ذرائع پر انحصار زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس لئے اگر اپنی زندگیوں کو خوشگوار بنانا ہے تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ دعاؤں پر زور دیں اور اسی سے آپ کی دنیا اور عاقبت دونوں سنوریں گی۔ اور یہی توکل جو ہے آپ کا آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کی نسلوں میں بھی آپ کے کام آئے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ”اصل میں توکل ہی ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو کامیاب و بامراد بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿مَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق: ۴) جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہو جاتا ہے بشرطیکہ سچے دل سے توکل کے اصل مفہوم کو سمجھ کر صدق دل سے قدم رکھنے والا ہو اور صبر کرنے والا اور مستقل مزاج ہو، مشکلات سے ڈر کر پیچھے نہ ہٹ جاوے۔“

”اور اس کے کام بھی ایسے ہی ہیں۔ پس انسان کو لازم ہے کہ اس کا غم نہ کرے اور آخرت کا فکر زیادہ رکھے۔ اگر دین کے غم انسان پر غالب آجاویں تو دنیا کے کاروبار کا خود خدا متکفل ہو جاتا ہے۔“

(الحکم ۱۶ مئی ۱۹۰۸ء، ملفوظات جلد دہم صفحہ ۲۵۲۔ مطبوعہ لندن)

ایک حدیث ہے جس میں بہت ہی پیاری ایک دعا سکھائی گئی ہے۔ حضرت ابن



عباسؑ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو جب تہجد پڑھتے تو یہ دعا کرتے کہ اے ہمارے اللہ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، آسمان اور زمین کو تو ہی قائم رکھنے والا ہے۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تو ہی زمین اور آسمانوں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ تو آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا نور ہے۔ تو حق ہے، تیرا قول حق ہے، تیرا وعدہ حق ہے، تیری ملاقات حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے اور قیامت حق ہے۔ اے میرے اللہ! میں تیری ہی فرمانبرداری اختیار کرتا ہوں اور تجھ پر ہی ایمان لایا ہوں اور تجھ پر ہی توکل کرتا ہوں اور اپنے تمام جھگڑے تیرے ہی حضور پیش کرتا ہوں اور تجھ سے ہی فیصلہ طلب کرتا ہوں۔ میری اگلی اور پچھلی، ظاہری اور پوشیدہ خطائیں معاف فرما اور وہ خطائیں جنہیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں یہ دعائیں کرنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق عطا

فرمائے۔ آمین

